محمد عمر فاروق

مرزا طاہر کی خوش فہمی

پنجاب اسمبلی نے جب گزشتہ مہینے "ربوہ" کے نام کی تبدیلی کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی تو نہ صرف پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اکناف عالم سے تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم عمل جماعتوں بالخصوص "مجلس احرار اسلام" کے قائدین کے نام آنے والے مبارکباد کے سینکڑوں پیغامات اس والہانہ دینی جوش اور بے پایاں مسرت کی شہادت عظیمہ ہیں۔ اس تاریخ ساز فیصلے سے جہاں مسلمانوں کے سینے خوشی سے پھول گئے وہیں قادیانیوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی ہے اور ان کے چہروں پر مایوسی و نامرادی اور شکست خوردگی کے لہراتے سائے دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا شرف قومی اسمبلی کو حاصل ہوا تھا۔ پھر ۱۹۸۴ء میں صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے اسلامی شعائر کے تحفظ کے لئے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے قادیانیوں کا رہا سہا دم خم نکال کر رکھ دیا اور اب پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد نے قادیانیت کے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونک دی ہے۔

ربوہ کے نام کی تبدیلی اس لئے بھی ضروری تھی کہ قادیانی ربوہ کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں اور ناواقف نو مسلموں کو مسلسل دھوکہ دیتے چلے آرہے تھے۔ منٹگمری، لائل پور اور کیمبل پور کے نام غیر مسلموں سے منسوب ہونے پر بدلے جاسکتے ہیں تو ربوہ کا لفظ جس کا ایک قرآنی پس منظر ہے اور جسے قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے لگاتار استعمال کر کے درحقیقت قرآن مجید کی توہین کی ہے۔ اس کا تبدیل کیا جانا ایک دینی فریضہ ہے۔ اگر قادیانی پھر بھی باز نہ آئیں تو انہیں قانون امتناع قادیانیت کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔

ربوہ کے نام کی تبدیلی پر قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے خود فریبی کے زعم میں اپنے قادیانی پیروکاروں کو طفلانہ دلاسہ دینے کے لئے یہ بشارت دی کہ "ربوہ شہر کا نام تبدیل کرنے سے ہمیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ یہ غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام ماضی کی طرح احمدیت کے لئے خوش کن نتائج کا حامل ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ربوہ کا نام تبدیل کرانے والے علماء دین کو فاتح قرار دیا جارہا ہے۔ حالانکہ وہ فاتح نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں متعارف کرانے کا اہم سبب بن رہے ہیں۔"

یہ مرزا طاہر احمد کی خوش فہمی ہے۔ ان کے پیشرو بھی ایسی ہی بشارتیں اور نویدیں سناتے رہے ہیں جو کہ ہمیشہ ان کے دعووں کے الٹ پڑتی رہی ہیں۔ مرزا طاہر کے دادا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ "میرے مخالفین مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو میری زندگی میں ہی موت نصیب ہوگی۔" لیکن ان دونوں حضرات نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے

دیکھا۔

۱۹۳۱ء میں کشمیری مسلمانوں کے لئے "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کا قیام عمل میں لایا گیا اور مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود یہ کہہ کر کہ "میرے والد نے مجھے اسیروں کا رستگار ہونے کی بشارت دی تھی" کشمیر کمیٹی پر قبضہ کر لیا اور اس کے سربراہ بن بیٹھے۔ علامہ اقبال ایسی شخصیت بھی کشمیریوں کی حمایت اور امداد کے لئے کمیٹی میں شامل تھی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ قادیانی کشمیریوں کی امداد کی بجائے قادیانیت کی تبلیغ کے لئے کام کر رہے ہیں تو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ بلکہ بعد ازاں علامہ اقبال نے قادیانیوں کو "انجمن حمایت اسلام" سے بھی نکلوا دیا اور پھر پنڈت جواہر لعل نہرو کے جواب میں علامہ اقبال نے لکھا کہ "قادیانی اسلام اور مسلمانوں دونوں کے غدار ہیں۔" اس طرح قادیانیوں کا کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانے کا خواب تحلیل ہو گیا۔

مرزا بشیر الدین نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "دنیا میں سوائے قادیانیوں کے اور کسی کی حکومت نہیں رہے گی" اور اب دیکھیے تو دنیا میں واقعی قادیانیوں کے سوا سبھی کی حکومتیں قائم ہیں اور قادیانی پوری دنیا میں رسوا ہیں اور غیر مسلم کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

قیام پاکستان کے دوران کانگریس اور قادیانی جماعت کے درمیان گٹھ جوڑ ہوا اور قادیانیوں نے ہندوؤں کے ساتھ بیک آواز اکھنڈ بھارت کا نعرہ بلند کیا۔ جسٹس منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے مطابق "قادیانی برطانیہ کے جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے"۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں قادیانی سربراہ بشیر الدین نے قوم پرستوں کے ساتھ مل کر پاکستان کی تقسیم کا ناٹک کھیلنا چاہا اور بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے لئے فضاء ہموار کرنا شروع کی لیکن بھلا ہو دینی قوتوں کا جنہوں نے ان کے تمام عزائم خاک میں ملا دیئے۔

۱۹۵۲ء میں موسیو بشیرالدین کے ارتداد کی باسی کڑاہی میں پھر ابال آیا اور اس نے کہا کہ "۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ دشمنوں پر احمدیت کا رعب غالب آجائے اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگریں۔" مسلمان رہنماؤں نے ان کی سازش کو بھانپ لیا اور انہوں نے مجلس احرار اسلام کی قیادت میں ملک کے طول و عرض کے دورے کر کے عوام کو قادیانیوں کے خلاف بیدار کیا اور پھر ۱۹۵۳ء میں ان کے خلاف ایک بھرپور تحریک تحفظ ختم نبوت چلائی۔ جس میں دس ہزار مسلمان اگرچہ اپنی ہی مسلمان حکومت کے ہاتھوں شہادت کا جام پی گئے مگر دین اور وطن کو غداروں کی ناپاک سازشوں سے محفوظ کر گئے۔

۱۹۷۴ء میں مرزا طاہر کے بڑے بھائی آنجہانی مرزا ناصر احمد نے اپنے قادیانی چیلوں کو یہ برطانوی الہام بھی سنایا تھا کہ "امید و آس کا پھل پک چکا ہے اور پاکستان کا اقتدار اب ان کی جھولی میں آکر گرنے والا ہے۔" اللہ کی قدرت دیکھیے کہ اسی سال قادیانی پاکستان کے آئین کی رو سے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے

اور پھر ٹھیک دس برس بعد ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعے شائر اسلامی کے استعمال سے روک دیئے گئے۔ جس پر ۱۹۸۵ء میں مرزا طاہر احمد نے لندن میں قادیانی جماعت کے سالانہ جلسہ میں کہا کہ "اللہ تعالیٰ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور چند دنوں میں احمدی خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گیا۔"

لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ ملک پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہو گیا ہے۔ وطن عزیز کو تو اس وقت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا جب ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد قادیانی العقیدہ سائنسدان آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام نے یہ کہہ کر پاکستان چھوڑ دیا تھا کہ "میں اس ملعون ملک میں نہیں رہنا چاہتا جہاں ہمیں غیر مسلم قرار دیا جائے" اور اللہ پاک نے ہمیں ڈاکٹر عبدالقدیر ایسا عظیم مسلمان سپوت اور محب وطن سائنسدان عطا فرما دیا۔ جس کی بدولت آج پاکستان ناقابل تسخیر ایٹمی قوت بن گیا ہے اور اب کوئی ملک دشمن عنصر ہماری طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی استعداد نہیں پاتا۔

مرزا طاہر احمد کا مذکورہ بیان اپنے اور اپنے نافہم معتقدین کے دل کو سہارا دینے کے لئے وقتی خوش فہمی کا باعث تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت آشنا جانتے ہیں کہ ان کی ہر مذموم سازش اور ہر خوش کن پیشگوئی ہمیشہ ناکام و نامراد ہوتی آئی ہے۔ ان کا الہام اور پیشگوئیاں جب بھی سامنے آتی ہیں کسی نہ کسی سازش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل وطن ہوشیار رہ کر ہمیشہ کی طرح قادیانیوں کے زیر زمین منصوبوں کو طشت از بام کر کے صداقتوں کا بول بالا کریں۔

بقیہ از ص ۱۱

سے ہمیں جنت میں قیامت کے دن جگہ عطاء فرمائیں اور دوزخ سے نجات عطاء فرمائیں۔ ویسے تو رمضان شریف کا سارا مہینہ ہی بابرکت ہے اور دعاؤں کی قبولیت کی امید ہے مگر افطار کے وقت کی کی ہوئی دعاء رد نہیں ہوتی اور ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس لئے افطار سے چند منٹ پہلے اگر توجہ کے ساتھ دعاء مانگ لی جائے تو بہتر ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہی معمول تھا کہ افطار کے وقت اپنے اہل خانہ کو اکٹھا کر کے دعاء کیا کرتے تھے۔

اس میں اپنی جائز حاجات کو اللہ کے سامنے رکھیں اس کے ساتھ اپنی مغفرت، بلکہ تمام دوست و احباب کی مغفرت، فوت شدگان کی بخشش کی دعائیں کریں۔ ان شاء اللہ یہ دعائیں بھی دنیا و آخرت کی کامیابی کا سبب بن جائیں گی۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ میرے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے (چاہے زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں) چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ معاف فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم (صلی اللہ علیہ وسلم)